جاتے۔ اسی طرح ضمیمے میں اگر حروف مقطعات کی بحث اور دیگر اہم قرآنی معلومات بھی شامل کردی جائیں تو کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہوتا۔ اگلی اشاعت میں پروف ریڈنگ پر خصوصی توجہ دینے کے ساتھ رکوع کے آغاز میں 'یآیھا الناس ، یآیھاالذین اٰمنوا اوریآیھا الرسول' جیسے خطابات کے بعد وارد فعلِ امر مثلاً اتقوا وغیرہ کو بھی واضح کردیا جائے تو بہتر ہوگا۔

اس قسم کی کتابیں اکثر تراویح کے دوران تلاوت کردہ حصّے کا مفہوم بیان کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں، مگر بقولِ مرتب اس کتاب سے خلاصہ سُنانا طوالت کے باعث وجہِ زحمت ہوگا (ص: VI) اس مقصد کے لیے ایک علیٰحدہ کتاب 'اختصارِ مزید' کے نام سے اس اشاعت کے ساتھ شائع کی گئی ہے جس میں زیرِ نظر کتاب کی مزید چالیس فیصد تلخیص کردی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ فاضل مرتب کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اِسے قرآن مجید کے فہم کے لیے مفید اور کارآمد بنائے، آمین۔ (مقصود حسین عمری)

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے تعلیمی نظریات ڈاکٹر ایم نسیم اعظمی

ناشر: عدیلہ پبلی کیشنز، ڈومن پورہ، مئو (یوپی)، ۲۰۰۸ء، صفحات: ۱۸۴، قیمت: -/۱۰۰ روپے

انیسویں صدی کا زمانہ باشندگان ہند کے لیے عموماً اور مسلمانانِ ہند کے لیے خصوصاً بڑا نازک اور پرآشوب تھا۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے اقتدار سنبھالنے کے بعد وہ مسلمان جو صدیوں تک نہایت شان وشوکت کے ساتھ اس ملک پر حکم رانی کرتے آئے تھے، اب ان کے رحم وکرم پر تھے اور ان کے مظالم کا شکار ہو رہے تھے۔ اس وقت مسلمانوں کا وجود، ان کا مذہب، ان کی تہذیب اور ان کا تشخص سب خطرے میں تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ یہاں سے اسلامی زندگی کے آثار بالکل مٹ جائیں گے۔ ان حالات میں جن عظیم شخصیات نے مسلمانوں کی قیادت کا فریضہ انجام دیا اور ان کے تشخص، تہذیب اور دینی علوم کی حفاظت کا انتظام کیا ان میں ایک نمایاں نام حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء-۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) کا ہے۔ مولانا کی حیات وخدمات پر بہت سی کتابیں تصنیف کی گئی ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کی تاریخ پر تالیف کی جانے

والی کتابوں میں بھی ان کا ذکر خیر آیا ہے، لیکن کم ہی مؤلفین نے ان کے تعلیمی تصورات کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے۔ پیش نظر کتاب اس ضرورت کو بہ خوبی پورا کرتی ہے۔

یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول میں مولانا نانوتوی کی سوانح بیان کی گئی ہے۔ باب دوم میں ان کی تالیفات کا تعارف کرایا گیا ہے۔ باب سوم میں ان کے عہد پر روشنی ڈالی گئی ہے اور خاص طور پر تعلیمی صورت حال کا جائزہ لیا گیا ہے۔ باب چہارم میں تحریک دیوبند کا تعارف کرایا گیا ہے اور دارالعلوم کے قیام کے تذکرہ کے ساتھ اس کے نظام تعلیم ونصاب تعلیم پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ باب پنجم، جو حاصل کتاب ہے، اس میں مولانا کے تعلیمی افکار پر تفصیل سے اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ ایک جگہ فاضل مصنف نے لکھا ہے: ''مولانا نانوتوی نہ انگریزی زبان کے مخالف تھے اور نہ عصری تعلیم کے۔ اس لیے نہ انگریزی زبان سیکھنے سے مسلمانوں کو روکا نہ عصری تعلیم کے حصول سے منع کیا۔ ہاں ان کا یہ تصور ضرور تھا کہ اسلامی علوم وفنون سے مسلمانوں کو نابلد رکھ کر محض معاشی ضرورت اور عقلی بیداری کے نقطۂ نظر سے صرف جدید یا عصری علوم کا حصول مسلمانوں میں غلط نتائج پیدا کرے گا اور ان کا یہ سوچنا بڑی حد تک درست بھی تھا'' (ص ۱۶۸-۱۶۹)۔

اس کتاب کی تالیف وترتیب میں بعض خامیاں ہیں، جن کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ابتدا میں فہرست نہیں ہے۔ 'عہد وماحول' کا باب کتاب کے شروع میں آنا چاہیے تھا۔ ۱۸۴ر صفحات کی کتاب میں اصل موضوع (تعلیمی تصورات) پر بحث صرف ۳۰ر صفحات میں سمٹ گئی ہے۔ مؤلف نے زیادہ تر ثانوی مراجع سے کام چلایا ہے، متعدد بنیادی مراجع مثلاً 'سوانح قاسمی' (مناظر احسن گیلانی)، 'مطالعات قاسم نانوتوی' (نور الحسن راشد کاندھلوی) تک ان کی رسائی نہیں ہوسکی ہے۔ حوالہ جات کا بھی دیانت داری سے اہتمام نہیں کیا گیا ہے۔ صفحات کے صفحات دوسری کتابوں سے لے لیے گئے ہیں اور کوئی ایسی علامت نہیں دی گئی ہے جس سے معلوم ہو کہ یہ مصنف کی عبارتیں نہیں، بلکہ دوسروں کے اقتباسات ہیں۔ پروف کی بھی متعدد غلطیاں رہ گئی ہیں۔

امید ہے کتاب کا اگلا ایڈیشن زیادہ بہتر شکل میں آئے گا، موجودہ صورت میں بھی یہ لائق استفادہ ہے۔

(محمد شمیم اختر قاسمی)